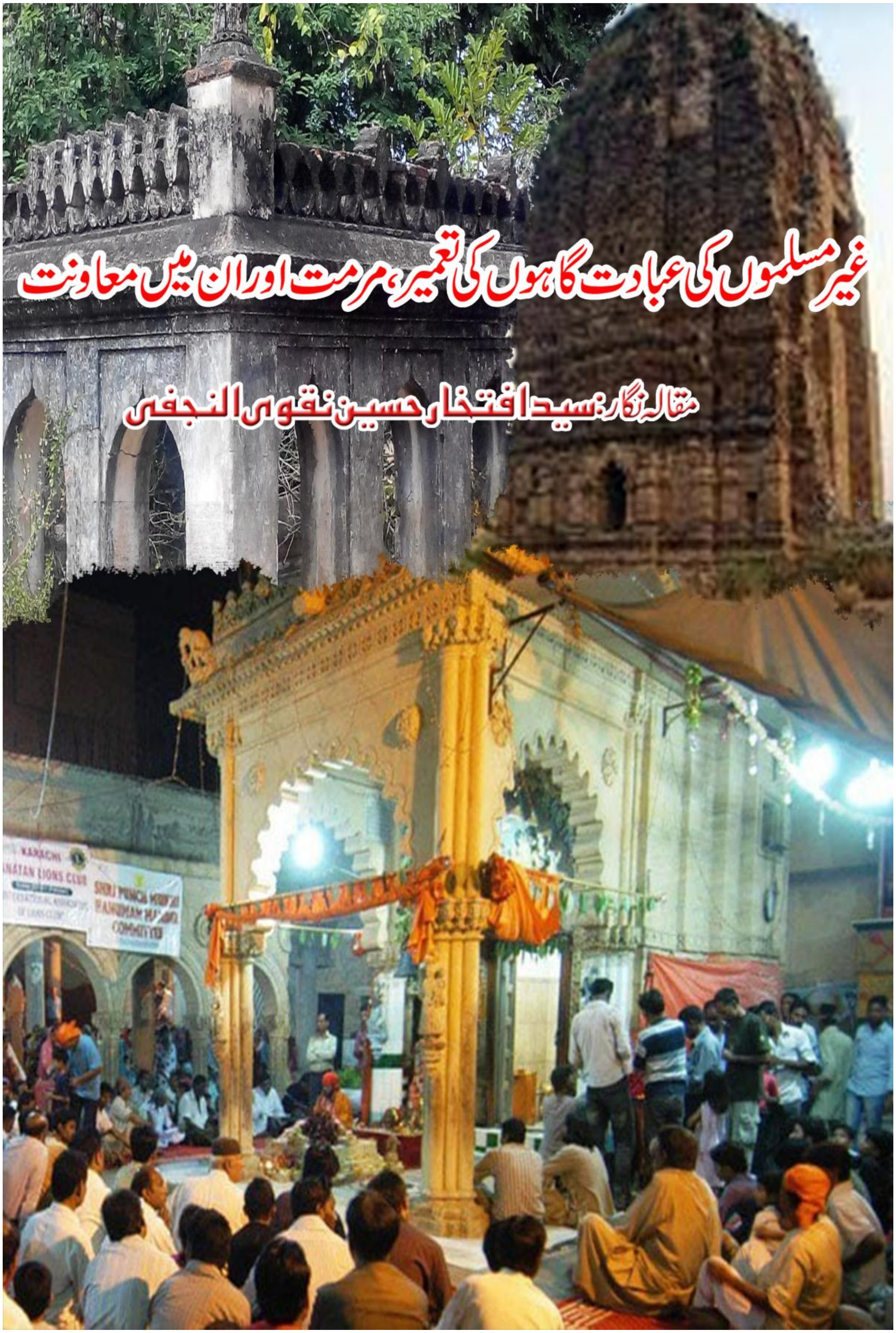
غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر، مرمت اور ان میں معاونت
مقالہ نگار: سید افتخار حسین نقوی النجفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر، مرمت اور ان میں معاونت

مقالہ نگار: سید افتخار حسین نقوی النجفی

مقدمہ

اس دنیا میں بسنے والے تمام لوگ کسی نا کسی دین یا آئین کے پیروکار یا ماننے والے ہیں۔ کوئی ایک خدا کو مانتا ہے تو کوئی ایک سے زیادہ کو، کوئی پتھر کی پوجا کرتا ہے تو کوئی حیوان کی، کوئی جانوروں میں اپنا معبود ڈھونڈھتا ہے تو کوئی سورج اور ستاروں میں، الغرض ہر کسی کا معبود اور خالق کے بارے میں کوئی نا کوئی نظریہ اور عقیدہ ہے۔ اس وقت دنیا میں دین اسلام اور اس کے پیروکار پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور قرآن کے مطابق دین اسلام ہی خداوند متعال کا پسندیدہ دین ہے جس کے علاوہ باقی ادیان باطل ہیں۔ لیکن ساتھ دین اسلام کا یہ طرہ امتیاز بھی ہے کہ اپنے عقیدے کو دوسرے پر زبردستی مسلط کرنے کے حق میں بھی نہیں ہے فرمایا: لا اکراہ فی الدین، دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ (سورہ بقرہ آیت 256)۔ اسلامی معاشرے میں ہر کسی کے لیے مذہبی آزادی اس کا بنیادی حق ہے۔ اسلامی سرزمین پر اقلیتوں میں رہنے والے غیر مسلم لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے مکمل آزادی کے ساتھ اپنے دینی اور مذہبی مراسم کو انجام دے سکتے ہیں، نکاح، رواثت، ملکیت اور وصیت وغیرہ جیسے احوال شخصیہ اور دینی تعلیمات میں اپنے مذہبی آئین کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ (المبسوط، ج6ص182) اپنی عبادات بھی اپنے دین اور آئین کے مطابق انجام دے سکتے ہیں۔ اسلام کسی کو زبردستی اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ تمام لوگوں کو اپنے مذہب کے رسم و رواج پر چلنے کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم ص کی سیرت میں نقل ہوا ہے کہ آنحضرت ص مسجد النبی میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور کہ عیسائیوں کی عبادت کا وقت ہو گیا ، انہوں نے پیغمبر اکرم ص سے عبادت انجام دینے کی درخواست کی۔ پیغمبر اکرم ص انہیں مسجد ہی میں اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے مسجد میں مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت انجام دی۔ (مکاتیب الرسول، احمدی میانجی، ج2ص495، دار الحدیث، قم) تاریخ اسلام اس جیسی رواداری کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس مقالہ کے بنیادی سوالات

لیکن اسلامی معاشرے میں کسی کلیسا یا غیر مسلم اقلیتوں کے معابد کی تعمیر کے بارے میں اسلام کا نکتہ نظر کیا ہے ؟ کیا اسلامی معاشرے اور مسلمان شہر میں اھل کتاب اپنے معابد تعمیر کر سکتے ہیں ؟ اگر ان کے معابد پہلے سے موجود تھے تو کیا انہیں منہدم کرنا واجب ہے ؟ اور تیسرا سوال کہ اگر معابد تھے اور وقت گزرنے کے بعد گر گئے یا ان کا ایک حصہ خراب ہو گیا تو کیا انہیں مرمت کر سکتے ہیں ؟ یہ اس مقالہ کے بنیادی سوالات ہیں۔

ان سوالات کے جوابات سے پہلے اس نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری ہے کہ اسلامی شہروں کی بنیادی طور پر تین قسمیں بنتی ہیں جن سے متعقلہ احکام فقہی کتابوں میں ذکر ہیں۔ یا تو ایسے شہر ہیں جو پہلے شہر نہیں تھے مسلمانوں نے آباد کیے اور شہر بنائے جیسے کوفہ، بصرہ، بغداد وغیرہ یا ایسے شہر ہیں جنہیں مسلمانوں نے فتح کیا جیسے ایران اور عراق کے بہت سارے شہر یا مسلمانوں نے صلح کے ذریعے حاصل کیے۔ان تینوں کے احکام بھی مختلف ہیں جو بنیادی سوالات کے جوابات میں واضح ہوں گے۔

نئے کلیسا یا معبد کی تعمیر

1: نئے کلیسا یا معبد کی تعمیر کے عدم جواز کی صورت

یہ سوال کہ جس شہر میں اقلیتیں رہتی ہیں تو کیا وہ اپنے لیے کلیسا یا معبد بنا سکتے ہیں ؟ تو امامیہ فقھاء کا اتفاق ہے کہ نیا معبد یا کلیسا ایسے شہروں میں بنانا جو مسلمانوں نے خود آباد کیے ہوں یا فتح کے ذریعے حاصل کیے ہوں، جائز نہیں ہے۔ کیونکہ امام علی علیہ السلام سے نقل ہے کہ رسول اکرم ص نے اسلامی شہر میں کلیسا یا معبد کی تعمیر سے منع فرمایا تھا۔

''أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نھی عن إحداث الکنائس فی دار الإسلام''

اسی طرح رسول اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ دونوں سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا:

اسلام میں نیا کلیسا بنانے کی اجازت ہر گز نہیں ہے۔

''أَخْبَرَنَا عَبْدُاَللّٰهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي مُوسَى حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِي اَلْإِسْلاَمِ كَنِيسَةٌ مُحْدَثَةٌ وَ رَوَاهُ اَلسَّيِّدُ فَضْلُ اَللّٰهِ فِي نَوَادِرِهِ، بِإِسْنَادِهِ عَنْهُ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مِثْلَهُ۔'' (مستدرک الوسائل، جلد 11 ص 100) (نوادر راوندی، ج1 ص 32)

انہیں روایات کی روشنی میں اکثر امامیہ فقہاء نے ایسے شہروں میں عدم جواز کا فتوی دیا ہے جو مسلمانوں نے خود آباد کیے ہیں یا فتح کیے ہیں جیسا کہ صاحب جواھر فرماتے ہیں:''لا یجوز استئناف أهل الكتاب المعابد ك البيع و الكنائس و الصوامع وبيوت النيران وغيرها في بلاد الإسلام'' (کتاب جواھر، ج21ص280)

علامہ حلی فرماتے ہیں: اسلامی ممالک میں کلیسا اور کنیسہ بنانا جائز نہیں ہے اور اگر بنایا جائے تو اس کا خراب کرنا ضروری ہے لیکن (سابقہ بنے ہوئے کی) مرمت اور دوبارہ تعمیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (بحوالہ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج21ص283)

امام خمینی فرماتے ہیں: اہل کتاب اور ان کے ساتھ ملحق گروہوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے معابد جیسے دیر، کلیسا، آتشکدہ یا اس جیسے دوسرے معابد اسلامی شہروں میں بنائیں۔ (تحریر الوسیلہ جلد2ص537)

یہ حکم ان تمام شہروں کو شامل ہے کہ یا تو مسلمانوں نے خود آباد کیا ہو جیسے کوفہ وبصرہ وغیرہ یا ایسے شہر ہوں جو فتح کے ذریعے مسلمانوں کے قبضے میں آئے ہوں یا صلح کے ذریعے لیکن صلح میں شرط رکھی گئی ہو کہ وہ اپنے لیے عبادت گاہ نہیں بنائیں گے۔ان تمام صورتوں میں نیا معبد یا کلیسا بنانا امامیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ یہ گمراہی اور ضلالت کے اڈے ہیں، امام علی علیہ السلام سے نقل ہے کہ رسول اکرم ص نے کلیسا میں اہل کلیسا کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور کہا: اللہ کی لعنت اہل کلیسا پر برستی ہے اور اسی طرح ان کو سلام کرنے سے بھی منع فرمایا اور اگر وہ سلام کر دیں تو صرف علیکم پر اکتفاء کریں اور اسلامی شہروں میں نئے کلیسا یا معبد کی تعمیر سے بھی منع فرمایا ہے۔

''عَنْ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ :أَنَّ رَسُولَ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نَهَى عَنِ اَلنُّزُولِ عَلَى أَهْلِ اَلْكَنَائِسِ فِي كَنَائِسِهِمْ وَ قَالَ إِنَّ اَللَّعْنَةَ تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ وَ نَهَى أَنْ يَبْدَءُوا بِالسَّلاَمِ فَإِنْ بَدَءُوا بِهِ قِيلَ لَهُمْ وَ عَلَيْكُمْ وَ نَهَى عَنْ إِحْدَاثِ اَلْكَنَائِسِ فِي دَارِ اَلْإِسْلاَمِ''

(دعائم الاسلام وذکر الحلال والحرام ج1ص381)

یہ گمراہی اور ضلالت کے اڈے مسلمان جوانوں پر بھی اثر انداز ہو سکتے ہیں یا وقت گزرنے کے ساتھ خود مسلمانوں کے لیے بھی دینی، سیاسی، ثقافتی اور اقتصادی خطرات پیدا کر سکتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ان شہروں میں جو مسلمانوں نے آباد کیے ہیں یا فتح کیے ہیں انہیں کلیسا یا معبد بنانے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے۔

2: نئے کلیسا یا معبد کی تعمیر کے جواز کی صورت

اگر مسلمانوں نے شہر صلح کے ذریعے حاصل کیے ہوں تو اس کی دو صورتوں میں غیر مسلم اپنے لیے عبادت گاہ یا کلیسا بنا سکتے ہیں۔

پہلی صورت: اگر مسلمانوں نے صلح کے ذریعے شہر حاصل کیے ہوں لیکن معاہدہ یہ طے پائے کہ زمین غیر مسلموں کی ملکیت رہے گی اور وہ جزیہ اور ٹیکس دیں گے تو ان کو اجازت ہے کہ اپنے لیے کلیسا یا عبادت گاہ بنائیں۔ جیسا کہ صاحب جواہر فرماتے ہیں:

''وکذا لا بأس أیضا بما استجدوہ من المعابد فی'' (ج21، ص:283)

''أرض فتحت صلحا علی أن تکون الأرض لھم و یؤدون الخراج، فإنه حینئذ یجوز إقرارھم علی بیعھم و کنائسھم و بیوت نیرانھم و مجتمع عباداتھم وإحداث ما شاءوا من ذلك منھا''

اگر مسلمانوں نے شہر صلح کے ذریعے حاصل کیے ہوں اور معاہدے میں انہیں کلیسا یا معبد کی تعمیر کی اجازت حاصل ہو تو اس صورت میں بھی بنا سکتے ہیں جیسا کہ محمد حسن نجفی فرماتے ہیں:

''نعم إن شرط فی الصلح أن تکون السکنی لھم و الإحداث للبیع و الکنائس و غیرھا و الإقرار علی ما کان فیھا کانوا علی شرطھم الذی لا إشکال فی جوازہ للإمام علیه السلام إذا رأی المصلحه'' جی ہاں اگر معاہدے میں انہیں دیر، کلیسا یا معبد بنانے کی اجازت مذکور ہو تو امام کے لیے جائز ہے کہ اگر مصلحت دیکھے تو انہیں یہ اجازت دے سکتا ہے۔ (جلد21 ص283)

اگرچہ ابن ادریس نے اس کی مخالفت میں فتویٰ دیا ہے کہ حتی معاہدے میں انہیں کلیسا بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی اگر اسی شرط پر معاہدہ ہو تو خود معاہدہ بھی باطل ہوگا۔ ''بل فی محکی السرائر لا یجوز للإمام أن یقرھم علی إنشاء البیعه أو الکنیسه أو صومعه الراھب أو مجتمع صلاتھم، و أنھم إن صالحھم علی ذلك بطل الصلح بلا خلاف'' (کتاب جواہر، ج21 ص281)

اگرچہ غیر مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے یا مصلحت کو دیکھتے ہوئے بعض امامیہ فقہاء نے کہا ہے کہ امام یا حاکم ان کو نیا کلیسا یا معبد بنانے کی اجازت دے سکتا ہے جو وہ خود بنائیں۔ (الرسائل الکرکی (کرکی عاملی) ج3 ص462، طبع دفتر نشر اسلامی) اگر وہ معاہدے اور شرائط ذمہ کے پابند ہوں تو مثلاً

1: اسلامی حکومت کے امن کے خلاف کوئی کام نا کریں

2: اسلامی ملک میں تظاھر و تجاھر بہ منکر نا کریں

3: قول و عمل میں دین مبین اسلام کی توہین کے مر تکب نا ہوں

4: ان کی طرف سے اسلامی معاشرے کے لیے کسی نقصان کا اندیشہ بھی نا ہو

اب یہ سوال کہ کلیسا یا معبد کی جگہ کا تعین کون کرے گا؟ کیا اسلامی حاکم تعین کرے گا یا وہ خود جہاں چاہیں کلیسا یا معبد بنا سکتے ہیں تو محمد حسن نجفی نے ایک قول کی طرف نسبت دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسلامی حاکم اگر جگہ معین کرے دے تو کوئی حرج نہیں ہے وعلی کل حال فقد قیل ینبغی أن یعین مواضع البیع و الکنائس و لا بأس بہ۔

لیکن اگر معاہدے میں شرط لگائی گئی تھی کہ وہ نیا کلیسا یا معبد نہیں بنائیں گے تو ان کے لیے معاہدے کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے اگر خلاف ورزی کریں گے تو امام کے لیے ضروری ہے کہ نئے معبد یا کلیسا کو منہدم کر دے۔

''لا یجوز استئناف أهل الکتاب المعابد ك البیع و الکنائس و الصوامع و بیوت النیران و غیرها فی بلاد الإسلام مع اشتراط ذلك فی ذمتهم'' (کتاب جواہر، ج21ص281)

معابد یا کلیسا کا عدم انہدام

اگر مسلمانوں نے ایسے شہروں کو اپنے قبضے میں لیا جہاں پہلے سے کلیسا یا معابد یا عبادت گاہیں موجود تھیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں انہدام کیا جائے گا یا اپنی جگہ پر باقی رہنے دیا جائے گا؟

اصحاب اور مسلمانوں کی سیرت کو دیکھتے ہوئے پہلے سے موجود کلیساوں یا معابد کو انہدام نہیں کیا جائے گا۔ محمد حسن نجفی کہتے ہیں: کوئی حرج نہیں ہے اگر فتح سے پہلے موجود تھے تو انہیں منہدم نہیں کیا جائے گا زین الدین کا بھی یہی قول ہے۔

" نعم لا بأس بما کان قبل الفتح و لم یهدمه المسلمون، فإن المشهور کما فی المسالك جواز إقرارهم علیه" جلد 21ص 282 اسی طرح ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا:

''أیما مصر مصره العرب فلیس لأحد من أهل الذمه أن یبنی فیه بیعه، و ما کان قبل ذلك فحق علی المسلمین أن یقرلهم''

خود اسلامی شہروں میں فتح کے بعد کلیسا اور معابد کا وجود بھی اس پر دلیل ہے کہ فتح کے بعد مسلمانوں نے کلیسا اور معابد منہدم نہیں کیے تھے۔

جب ابوایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی توان کی وصیت کے مطابق مسلمانوں نے غیر مسلموں کے علاوہ میں دفن کرنا چاہا تو عیسائیوں نے دھمکی دی کہ اگر یہاں دفن کرو گے تو ہم ان کی نبش قبر کریں گے اور جسد کو باہر نکال لیں گے تو جواب میں مسلمانوں نے کہا: ۔۔۔"مَاتُرِكَ أَرْضِ الْعَرَبِ نَصَارَانِیٌّ إِلَّاقُتِلَ وَلَا كَنِيسَةٌ إِلَّاهُدِمَتْ فَبَنَى عَلَى قَبْرِهِ قُبَّةً يُسْرَجُ فِيهَا إِلَى الْيَوْمِ وَقَبْرُهُ إِلَى الْآنَ يُزَارُ فِي جَنْبِ سُورِ الْقُسْطَنْطِنِيَّةِ": (بحارالانوار، جلد 22ص 113)

اگر تم نے ایسا کیا تو پوری سرزمین عرب میں کوئی عیسائی زندہ نہیں بچے گا اور کوئی کلیسا منہدم ہونے سے بچ نہیں سکے گا ۔۔۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ سرزمین عرب مسلمانوں کی حکومت کے باوجود وہاں کلیسا تھے اور مسلمانوں نے فتح کے بعد ان کو نہیں گرایا۔

علامہ حلی فرماتے ہیں: اسلامی شہروں میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو گرانا جائز نہیں ہے ۔(المحقق حلی، جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام فی مسایل الحلال والحرام، ج1ص 302)

کلیسا یا معبد کی مرمت

اب اگراسلامی شہر میں کلیسا یا عبادت گاہ تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ خراب ہوگئی تو کیا اسے مرمت کیا جا سکتا ہے؟ تو اگر وہ اہل ذمہ میں سے ہوں اور معاہدے میں ان پر یہ شرط نالگائی گئی ہو کہ معبد یا کلیسا بنانا جائز نہیں ہے تو اگر کلیسا یا عبادت گاہ خراب ہو جائے تو اس کی مرمت کر سکتے ہیں۔(تحریرالوسیلہ، شرایط ذمہ، جلد2ص 537)

البتہ اس کی دو صورتیں بنتیں ہیں یا تو مکمل گرا نہیں ہے صرف بعض جگہوں سے خراب ہوا ہے تو اس کی مرمت کرنا جائز ہے اور اگر مکمل عمارت گر چکی ہے یا خود گرا کر وہ دوبارہ بنانا چاہتے ہیں تو اس میں بھی سب سے پہلے معاہدے کو دیکھا جائے گا اور اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

''و كل موضع جاز إقرارهم على ما فيه من المعابد لا خلاف في جواز رمها لو انشعب شيء منها، بل في المنتهى الاتفاق على جوازه، أما إذا انهدمت فهل يجوز بناؤها و كذا لو هدموها ؟ فالمحكي عن الشيخ التردد في ذلك، من عدم صدق كونه إحداثا بل هو استدامه ۔۔و من النبوي لا تبنى الكنيسه في الإسلام ''(کتاب جواہر الکلام، ج21، ص: 284)

یعنی حدیث مرمت کے موارد کو شامل نہیں ہوتی اس لیے مرمت کی اجازت دینا بعید نہیں ہے۔ اگرچہ بعض امامیہ فقہاء کی طرف سے مخالفت بھی ذکر ہوئی ہے۔

کلیسا یا معبد کی تعمیر میں معاونت

چونکہ اسلامی نقطہ نظر میں غیر مسلمانوں کی عبادتگاہوں کو معنوی طور پر اسلامی معاشرے کے لیے مثبت طور پر نہیں دیکھا جاتا لہذا مسلمانوں کے لیے غیر مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا کسی طور جائز نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام شیعہ فقہاء بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ غیر مسلمانوں کی عبادت گاہیں بنانے میں معاونت کرنا، نا ہی عام مسلمانوں کے لیے جائز ہے اور نہ ہی اسلامی حکومت کے لیے، یہاں تک کہ اگر کوئی مسلم تعمیراتی کمپنی کسی مسیحی کلائنٹ کے لیے کلیسا (چرچ) تعمیر کرنا چاہے تو وہ بھی جائز نہیں ہے (آیت اللہ سیستانی، دفتر نجف اشرف عراق)۔